عباداللہ فاروقی

کتب خانۂ اسکندریہ

علمی مرکز کی حیثیت سے اسکندریہ کا عروج بطلیموسی فرماں رواؤں کا کارنامہ خیال کیا جاتا ہے۔ سکندرِ اعظم کی موت کے بعد جب یونانی شہنشاہیت کمزور ہونا شروع ہوئی تو اسی شہنشاہیت کا ایک نمائندہ بطلیموس سوتر اپنے سیاسی مرکز سے کٹ کر مصر کی سرزمین پر ایک درخشاں عہد کا خواب دیکھنے لگا تاکہ یہ ملک نہ صرف سیاسی حیثیت سے بلکہ علمی مرتبہ میں بھی یونان کا ہم پلّہ بن جائے۔ اس تجربے کے لیے اس کی نظرِ انتخاب اسکندریہ پر پڑی جو دارالخلافہ ہونے کے علاوہ یونانی اور مصری تہذیب کی جائے اتصال ہونے کی وجہ سے بڑی تہذیبی اہمیت کا مالک بن چکا تھا۔ اسکندریہ کی بیشتر آبادی نے جو زیادہ تر یہودیوں پر مشتمل تھی، ان نئے آقاؤں کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔ لیکن عام مصریوں نے فاتح قوم کے تہذیبی سرمائے کو اپنانے سے انکار کردیا۔ اس لیے بطلیموسی فرماں رواؤں کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ اپنی سرگرمیوں کو صرف اسکندریہ کی چاردیواری میں محدود کردیں مصر کی ثقافتی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے اسکندریہ کے فرماں رواؤں کی علمی سرگرمیوں سے آزاد مصر کے کلچر کا فطری بہاؤ جاری رہا تونت

اور حکومت کے جبروت کے باوجود یونانی سامراج مصر کی قومی تہذیب کا گلا نہ گھونٹ سکی۔

جیساکہ گزر چکا ہے ان سرگرمیوں کا آغاز بطلیموسی خاندان کے سب سے پہلے شہنشاہ سوتر کے عہد میں ہوا۔ لیکن بطلیموس فلیڈلفس کے غیر معمولی تشغف نے اسکندریہ کو بہت جلد اس قابل بنادیا کہ ایتھنز کی علمی مرکزیت سکندریہ منتقل ہونا شروع ہوگئی قرب وجوار سے اہل ہنر و فضلا اس علمی مرکز کی طرف کھنچنے لگے۔ فلیڈلفس نے اسکندریہ میں کتب خانہ بھی قائم کیا۔

اسکندریہ میں علم و ادب کے عروج کی تاریخ ایتھنز اور روم سے بہت کچھ مختلف ہے ان دونوں مرکزوں پر ترقی کی رفتار دھیمی رہی۔ فلیڈلفس کی غیر معمولی سرگرمی کے سبب سکندریہ میں کافی تعداد میں مشاہیر علماء اور فضلائے روزگار سکندریہ آ گئے۔

سکندریہ کا میوزیم جسے بطلیموس سوتر نے قائم کیا تھا، علوم و فنون کا نہایت ہی وسیع اور معیاری ادارہ تھا۔ ایچ۔جی۔ ولز نے اس علمی ادارے کو دنیا کی سب سے پہلی یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے۔ اسی میوزیم کے تحت "کتب خانہ اسکندریہ" تھا۔ اسی میوزیم کا ایک حصہ شعبۂ نشر و اشاعت بھی تھا جو اپنی نوعیت اور وسعت کے لحاظ سے قاموسی ادارہ تھا۔ اس شعبہ کے ذریعہ کتابوں کو بیرون مصر اور مقامی بازاروں میں فروخت کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی حیثیت ظاہری گو ایک مذہبی وقف کی تھی کیونکہ اس زمانے میں حکومت کے قائم کردہ اداروں کا وجود مذہبی چھاپ کے بغیر ممکن نہ تھا لیکن علمی حیثیت سے اس کا میدان بڑی حد تک ان اثرات سے آزاد رہا۔ سکندریہ کی علمی اور فنی روایات جن کی جڑیں یونان میں تھیں، ایک صدی سے کچھ زائد عرصہ سے زیادہ اپنا معیار قائم نہ رکھ سکیں۔ بطلیموسی خاندان کے کمزور ترجمان رہا تنگ نظر مذہبی پیشواؤں کی کھلی علم دشمنی کی تاب نہ لاسکے، وہ سرگرمی جو کبھی اس محفل علم و فن ۵ زنگی فریب تقدس کا شکار ہو گئی۔

اس ادارہ کی خدمات علمی اور تحقیقی رہیں اور کسی حد تک درسی تھیں۔

کی تحقیق کی بنا پر پتہ چلتا ہے کہ شروع میں درس و تدریس کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بطلیموسی فرماں روا نسلاً یونانی تھے اور ان کے ذہن یونانی روایات سے زیادہ مانوس تھے اس لیے انھوں نے ایتھنز کے علمی مرکز کے نہج پر اس میوزیم کو تعمیر کرایا تھا۔ ایتھنز کے Temple Muses کے نمونے پر یہاں بھی فلسفے کی تعلیم کے لیے مدرسے قائم تھے۔

اس مرکز کے قائم ہوتے ہی یونان کے طالبانِ علم جوق در جوق سکندریہ کی طرف آنے لگے۔ سرکاری ہمت افزائی، سامانِ تحریر کا بآسانی مہیا ہوجانا اور علماء کا کثیر تعداد یہاں موجود ہونا۔ یہ سب ایسے اسباب تھے جنھوں نے اسکندریہ کو ایک عظیم مرکز بنانے کے علاوہ کتب فروشی کا ایک بہت بڑا مرکز بھی بنا دیا تھا۔

دی تریس جو شاہی کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کوشش میں تھا کہ ساری دنیا کے علمی خزانے سکندریہ کے کتب خانے کے لیے مہیا کر دیے جائیں۔ کہیں سے بھی کوئی علمی ذخیرہ مہیا ہوتا فوراً خرید لیا جاتا۔ ایک بار بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ کتب خانہ میں کتنی تعداد میں کتابیں مہیا کرلی گئی ہیں تو اس نے جواب دیا کہ سردست دو لاکھ نسخے جمع کیے جا چکے ہیں لیکن جلد یہ تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ جائے گی۔ اس نے بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ اس کی اطلاع کے مطابق یہودیوں کے قبضے میں قانونی کتابوں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جو کتب خانہ میں رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتابیں خود انھیں کی زبان میں لکھی ہوئی ہیں اس لیے ان کو یونانی زبان میں کرانے میں غیر معمولی محنت درکار ہوگی۔ ان کتابوں کا رسم الخط سامی رسم الخط سے مشابہ ہے اور تلفظ بھی انھیں کا سا ہے۔ بادشاہ کے حکم سے ان کتابوں کے تراجم کرائے گئے اور مزید سہولتیں بہم پہنچائی گئیں۔

صحیح کتب خانۂ اسکندریہ کی تاریخ دو ہزار سال پرانی ہو چکی ہے لیکن جو بھی تھوڑا بہت تاریخی مواد اس بارے میں ملتا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ علم کتب خانہ اس زمانے کے لحاظ سے ایک ترقی یافتہ علم کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ طباعت کی عدم موجودگی اور اشاعت کے محدود ذرائع کے پیشِ نظر جو محنت اور دولت

کتابوں کی تصنیف، تالیف، ترجمہ اور نقل کرنے میں صرف ہوتی ہوگی اس کا اندازہ لگانا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ کمیابی اور گراں قیمتی کے باوجود اسکندریہ کے کتب خانہ میں جو علمی ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔ اس سے بطلیموسی فرمانرواؤں کی غیر معمولی علم دوستی کا پتہ چلتا ہے گو کتب خانے کے نسخوں کی صحیح تعداد کے بارے میں بے حد اختلاف ہے۔ لیکن اس بات پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس زمانے میں اس سے بڑا علمی ذخیرہ دنیا کے کسی حصہ میں ایک مقام پر بھی موجود نہ تھا۔

بعض مؤرخین نے کتب خانہ کی کتابوں کی تعداد ۲ لاکھ، چار لاکھ اور پانچ لاکھ بتائی ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ جولیس سیزر کے حملے کے وقت جلائی ہوئی کتابوں کی تعداد چار لاکھ تھی۔

بارھویں صدی میں بازنطینی عالم رٹزس کیلی مارکس کو سند ٹھہراتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کتب خانے کے دو حصے تھے۔ بیرونی حصے میں ۴۲ ہزار کتابیں تھیں اور اندرونی حصے میں چار لاکھ نوے ہزار کا ذخیرہ تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ فہرست کے مطابق نوے ہزار نسخے ایسے تھے جن کی ایک سے زائد نقلیں موجود نہ تھیں۔ اور چار لاکھ کتابیں ایسی تھیں جن کے دو سے زائد نسخے تھے اور بعض نوعیتوں سے وہ ایک دوسرے سے مختلف اور ممتاز تھے۔

اسکندریہ لائبریری میں کتابوں کی جو تعداد بتائی جاتی ہے غالباً اس میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ یونانی ادب مکمل طور پر اس کتب میں موجود تھا، جس کا بہت بڑا حصہ ہم تک نہیں پہنچ سکا۔

کئی ماخذوں سے کتب خانہ کے علوم کی تقسیم کا بھی پتہ چلتا ہے ہم تک جس فہرست میں تقسیم پہنچی ہے وہ حسب ذیل ہے:-

۱۔ فلسفہ ۲۔ اقلیدس ۳۔ طب ۴۔ مقننین ۵۔ تہوار
۶۔ مؤرخین ۷۔ مقررین ۸۔ شعراء ۹۔ مختلف قسم کے اہل قلم
۱۰۔ طیور ۱۱۔ مچھلیاں ۱۲۔ پنیر کی ٹکیاں۔

کیلی مارکس نے فہرست کو کم از کم چھ(۶) خانوں میں تقسیم کیا تھا۔ ان خانوں میں : تصنیف، صاحب تصنیف کے منصب علمی، اس کی تعلیم اور اس کے بارے میں تھوڑی سی معلومات درج کی جاتی تھیں۔ کتب خانے کی یہ عظیم فہرست جسے کالی مارکس نے بے حد محنت سے تیار کیا تھا، ایک سو بیس(۱۲۰) جلدوں پر مشتمل تھی۔

اِفادات وملفوظاتِ مولانا عُبید اللہ سندھیؒ

مرتبہ

محمد سرور

سابق اُستاذ جامعہ ملّیہ - دہلی

قیمت

اٹھارہ روپے

ملنے کا پتہ

سندھ ساگر اکادمی لاہور، چوک مینار، انارکلی۔

غلام مصطفیٰ قاسمی نے جدید پریس حیدرآباد سے چھپوا کر شاہ ولی اللہ اکیڈمی سے شائع کیا۔